نے ممکن کر دکھایا - اس کے بعد عنایت حسین عیدن نے '' اقبال اور ماریشس میں اردو'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا -

انہوں نے تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے ماریشس کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ افریقی قومیں جو ماریشس میں آ کر بسی تھیں وہ اپنی تہذیبی شناخت کھو چکی تھیں ، برصغیر کی آزادی کے بعد یہاں ماریشس کے مسلمان بھی اپنی تہذیبی اور ثقافتی وراثت کو قائم رکھنے کے لیے زیادہ فکر مند ہوئے - حضرت مولانا عبداللہ رشید نواب کی سربراہی اور رہنمائی میں مسلم ہائی سکول کی بنیاد پڑی - مدرسے میں اقبال کی دعا '' یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے'' مشہور ہوئی - زیادہ لوگ اقبال کا مطالعہ کرنے لگے اور اقبال کا علمی فیض عام ہونے لگا - نیم ادبی کاروائیاں ہونے لگیں جن میں نوجوان بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے - سرعبدالرزاق محمد نے اقبال کے اشعار تقریروں میں پڑھنے شروع کئے - جہاں ٹیگور کی سالگرہ منائی جانے لگی وہاں مسلمانوں نے بھی یوم اقبال منانا شروع کیا - بہت سے لوگوں نے اقبال کو انگریزی میں پڑھا - ہمارے صدر جمہوریہ بھی اقبال کے مداح ہیں اور ریڈیو پر اقبال پر پروگرام پیش کر چکے ہیں - اقبال ماریشس میں مشہور ہیں اس لیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے لکھا ہے - رفتہ رفتہ لوگوں کے نام ، انجمنوں کے نام '' اقبال'' سے موسوم ہونے لگے - گلیوں کے نام بھی اقبال روڈ ہونے لگے اور ماریشس میں یوم اقبال بھی منایا جانے لگا - لوگ اردو کے ذریعے بھی اقبال کو جاننے لگے اور اردو بھی اقبال کے ذریعے فروغ پانے لگی -

عنایت حسین عیدن نے کہا کہ ماریشس میں اقبال پر دلچسپی ابھی تک قائم ہے اور اس کا ثبوت یہ بین الاقوامی کانفرنس ہے - جناب عنایت حسین عیدن کے مقالے کے ساتھ ہی کانفرنس کی آخری نشست بھی اختتام پذیر ہوئی -

وفیات

ڈاکٹر ابوسعید نورالدین

سن ۲۰۰۰ء کے آغاز میں ڈاکٹر ابوسعید نورالدین کی وفات ، اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے پہلا صدمہ ہے جو نا قابل تلافی ہے اور بنگلہ دیش ہی نہیں پاکستان میں بھی اہل قلم و دانش کے لیے ایک اندوہناک خبر ہے -

ڈاکٹر ابوسعید نورالدین متحدہ پاکستان میں اقبال اکادمی پاکستان میں ریسرچ فیلو تھے ان دنوں اقبال اکادمی کراچی میں تھی - اقبال اکادمی پاکستان میں قیام کے دوران ہی انہوں نے

اپنا پی - ایچ - ڈی کا مقالہ لکھا جو بعد میں اسلامی تصوف اور اقبال کے نام سے اقبال اکادمی پاکستان نے تین بار طبع کیا اور اس پر انہیں ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کی ڈگری ملی -

ڈاکٹر ابوسعید نورالدین یکم فروری ۱۹۲۹ء کو ضلع میمن سنگھ کے موضع پان چرخی میں پیدا ہوئے ۱۹۴۴ء میں آپ نے فاضل کیا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۹۴۶ میں ممتاز المحد ثین کی سند حاصل کی سراج گنج کے اسلامیہ کالج سے ۱۹۴۸ میں انٹرمیڈیٹ کیا - ۱۹۵۱ء میں انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی - اے - آنرز اور ۱۹۵۲ء میں ایم - اے - کا امتحان پاس کیا -۱۹۵۳ء میں آپ اقبال اکادمی پاکستان میں ریسرچ فیلو مقرر ہوئے اور یہیں وظیفہ کے دوران ۱۹۵۶ء میں اسلامی تصوف اور اقبال پر مقالہ پیش کیا -

آپ ڈھاکہ سٹیل ملز میں بھی طویل عرصہ تک رہے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے - ۱۹۹۶ء میں آپ نے پاکستان میں اقبال پر ایک سیمینار میں بھی شرکت کی - آپ علم دوست شخصیت، مخلص اور متواضع طبیعت کے مالک اور نہایت محبت کرنے والے انسان تھے - بنگلہ دیش میں اقبالیات پر کام کرنے والے اہم مصنف تھے موصوف نے متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی -

اقبالیات کے علاوہ دو جلدوں میں آپ کی کتاب تاریخ ادب اردو بھی پاکستان سے شائع ہوئی اور پسند کی گئی - پاکستان میں ان کے احباب کو ان کی وفات سے شدید صدمہ پہنچا ہے اور وہ ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں -

☆☆☆

پروفیسر مرزا محمد منور

ماہر اقبالیات پروفیسر محمد منور سابق ڈائریکٹر اقبال اکادمی پاکستان کے انتقال پر اکادمی میں ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں اقبال اکادمی پاکستان کے ناظم محمد سہیل عمر، نائب ناظم ڈاکٹر وحید عشرت نے پروفیسر محمد منور کی علمی اور فکری کاوشوں پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اقبالیات کے سلسلے میں ان کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ، محمد سہیل عمر نے کہا کہ اقبال اکادمی کی تشکیل نو، علامہ اقبال کی کتابوں کی اشاعت بالخصوص کلیات اقبال اردو اور فارسی کے جدید ایڈیشن اور ان کی آڈیو کیسٹوں کی تیاری میں مرحوم کی مساعی اور سرپرستی کو گہرا دخل ہے - انہوں نے اندرون ملک اور بیرون ملک دورے کر کے اقبال شناسی کی فضا پیدا کی اور مختلف ممالک میں اقبال کے مطالعے کی تنظیمیں قائم کیں - پروفیسر مرزا محمد منور کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید عشرت نے کہا کہ وہ کثیر الجہات ،جامع الکمالات اور ستودۂ صفات شخصیت

کے مالک انسان تھے انہوں نے طویل عرصہ تدریس کے فرائض ادا کیے، اقبال اکادمی کو اسلامی سیکرٹریٹ میں تبدیل کرنے کی سعی کی اقبالیات ترکی، اقبالیات عربی، اور اقبالیات فارسی کا اجرا کیا - دنیا بھر میں فروغ اقبالیات کے لیے دورے کئے وہ بیک وقت عربی، فارسی اردو اور پنجابی کے شاعر تھے، ہندو نفسیات کو سمجھتے تھے تحریک پاکستان پر زبردست کام کیا - وہ سیاست کاروں کے نقاد تھے جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کے زبردست مؤید تھے انہوں نے کئی ملکوں کے سفر کیے اور متعدد علمی، ادبی اور تعلیمی اداروں سے وابستہ تھے - کم و بیش پچاس کے نزدیک کتب و کتابچوں کے مصنف تھے - آخر پر اسسٹنٹ ڈائریکٹر ریسرچ احمد جاوید، ڈپٹی ڈائریکٹر محمد رشید، اسسٹنٹ ڈائریکٹر ارشاد المجیب، محمد اصغر نیازی نے بھی مرحوم کی خدمات کو سراہا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی - اور انور جاوید نے ان کی تاریخ وفات نکالی -

مادہ تاریخ سال وفات پروفیسر مرزا محمد منور (مرحوم)

"سخندانے اقبال شناس رفت"

۲۰۰۰ء

☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج کے سابق استاد اور قومی اقبال ایوارڈز یافتہ اقبال شناس ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ۸ جون ۲۰۰۰ء کو شب ساڑھے گیارہ بجے مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے - وہ اقبالیات کے علاوہ اردو زبان و ادب سے متعلق متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف بھی تھے - ان کا شمار اردو کے ممتاز معلموں، نقادوں اور محققوں میں ہوتا تھا -

پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ۱۹۱۷ء میں پٹیلا ضلع سلطان پور - یو - پی میں پیدا ہوئے - ان کی ابتدائی تعلیم سلطان پور، نانگ پور اور بھوپال میں ہوئی - الٰہ آباد سے انہوں نے ایم اے فارسی کا امتحان پاس کیا - صدیقی صاحب نے ابتداء ہی سے درس و تدریس کو اپنا مطمع نظر قرار دیا - ان کی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۴۲ء میں میونسپل ہائی سکول اجھیائی - ضلع بدایوں میں ہوا - دو سال بعد ایم اے اردو کیا اور ۳۶ - گڑھ کالج، رائے پور میں اردو اور فارسی کے لیکچرر مقرر ہوئے - اسی زمانے میں انہوں نے کالج میں پہلی اردو کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا - یہی تدریس کا زمانہ تھا جب انہیں علامہ اقبال مولانا مودودی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف نے خاص طور پر متاثر کیا - ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور اسلامیہ کالج لاہور سے وابستہ ہو گئے - ایک جگہ لکھتے ہیں: "اسلامیہ کالج میں تقرر کے وقت میرا دل فخر و

مسرت کے ملے جلے جذبات سے لبریز تھا کہ آج مجھے مسلمانوں کے ایک مرکزی اور تاریخ ساز ادارے سے وابستہ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے-

۱۹۵۸ء سے انہوں نے یونیورسٹی اورینٹل کالج میں ایم اے کی کلاسوں کو بھی پڑھانا شروع کردیا تھا پھر ۱۹۶۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے باقاعدہ منسلک ہوگئے- انہوں نے پروفیسر حمید احمد خان مرحوم اور پروفیسر سید وقار عظیم مرحوم کا اعتماد حاصل تھا اس زمانے میں (۱۹۶۶ء) انہوں نے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اس مقالے پر انہیں رائٹرز گلڈ نے ''واؤد ادبی انعام دیا'' ۱۹۷۳ء میں انہوں نے علامہ اقبال کی ڈائری کا ترجمہ <u>شذرات فکر اقبال</u> کے نام سے شائع کیا اگرچہ صدیقی صاحب نے اقبالیات پر متعدد تحقیقی اور تنقیدی مقالے لکھے اور آخری زمانے میں <u>فروغ اقبال</u> کے نام سے ایک مجموعہ بھی مرتب کیا لیکن اقبالیات میں ان کا اصل کارنامہ <u>عروج اقبال</u> ہے جو ۱۹۰۸ء تک اقبال کی شخصیت اور ان کے شعری اور فکری و ذہنی ارتقاء کا ایک دلچسپ اور خوبصورت مطالعہ ہے- اقبالیات میں کم ہی کتابیں اس پائے کی ہوں گی - چنانچہ اس کتاب پر جو درحقیقت ایک بڑا اقبالیاتی کارنامہ ہے انہیں حکومت پاکستان نے ''قومی اقبال ایوارڈ'' عطا کیا - اس کی تقریب بہت بعد میں ۱۹۹۷ء میں ''ایوان اقبال'' میں منعقد ہوئی تھی -

یونیورسٹی سے ان کی وابستگی کا المناک پہلو یہ ہے کہ وہ ''پروفیسر'' نہیں ہو سکے اور ۱۹۸۰ء میں وہ ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر ہی ریٹائر ہو گئے کیونکہ ان جیسے بلند پایہ سکالر کے لیے یونیورسٹی کے پاس پروفیسر کی کوئی پوسٹ خالی نہیں تھی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور نے اس کی تلافی کچھ یوں کی کہ انہیں فوراً شعبہ اردو و اقبالیات کا سربراہ مقرر کیا اور پھر پروفیسر اور ڈین کے عہدوں پر فائز کیا - ۱۹۸۵ء میں وہ بہاولپور سے سبکدوش ہونے کے بعد لاہور میں مقیم لکھنے پڑھنے کے کاموں میں مصروف رہے- آخری زمانے میں ان کی یادداشت ٹھیک نہیں رہی تھی اور وہ اپنے شاگردوں اور دوستوں کو پہچان بھی نہیں سکتے تھے- شاید اس کا ایک سبب وہ شدید ذہنی صدمہ تھا جو انہیں اپنے اکلوتے بیٹے عرفان صدیقی کے بہیمانہ قتل کی وجہ سے ہوا تھا - عرفان کو فین روڈ پر واقع ہمدرد دواخانے سے اغوا کیا گیا اور چند ہزار کی رقم چھیننے کے بعد قتل کر کے نہر میں پھینک دیا گیا- جہاں سے تیسرے روز ان کی نعش برآمد ہوئی - اگرچہ وہ اس صدمے کو بڑے حوصلے کے ساتھ برداشت کر گئے لیکن لاشعوری اثرات نے قلب و ذہن کو یقیناً متاثر کیا -

صدیقی صاحب کو علامہ اقبال اور مولانا حالی سے خاص لگاؤ تھا - انہوں نے مولانا حالی

کے شعری کلیات کو دو حصوں میں مرتب کیا بعدازاں جواہر حالی کے نام سے اس کا ایک انتخاب بھی شائع کیا اسی طرح انہوں نے خلیفہ عبدالحکیم کا کلام بھی کلام حکیم کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا تھا -

۱۹۸۵ء میں جب وہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی ملازمت سے سبک دوش ہو کر واپس لاہور آئے تو ان دنوں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اقبالیات کی کرسی ،صدارت خالی تھی (پروفیسر محمد منور مرحوم ، اقبال اکادمی کے ناظم ہو گئے تھے) اس وقت کے وائس چانسلر نے صدیقی صاحب مرحوم کو پیش کش کی کہ وہ شعبہ اقبالیات کی سربراہی سنبھالیں- مرحوم اس پر آمادہ ہو گئے اور اپنے طور پر انہوں نے شعبے سے تحقیق وتصنیف کے منصوبے بھی بنانا شروع کئے - فی الحقیقت اس وقت اس کام کے لیے ان سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نہ تھا مگر رفتہ رفتہ اندازہ ہوا کہ وائس چانسلر صاحب کی پیش کش زبانی کلامی تھی- خدا جانے کیا مصلحتیں تھیں یا مفادات تھے کہ صدیقی صاحب کا تقرر نہ ہوا اور شعبہ اقبالیات سالہا سال تک خالی رہا ---- افسوس کہ حقیقی معنوں میں ایک بلند پایہ اقبال شناس کی خدمات سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکا -

صدیقی صاحب اسی زمانے میں بین الاقوامی اقبال سیمینار میں شرکت کے لیے لندن گئے تھے اس مذاکرے کا اہتمام معروف مسلم دانشور کلیم صدیقی نے کیا تھا -مسلم یورپی پارلیمنٹ کے حوالے سے انہوں نے بہت شہرت حاصل کی - لندن سے واپسی پر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی صاحب کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی - اصل میں تو یہ ان پر باری تعالیٰ کا کرم تھا لیکن اس کا ظاہری سبب ، علامہ اقبال بنے

مرحوم اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے ایک عالم اور معلم تھے وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے اور ہمیشہ مقدور بھر ان کی رہنمائی کرتے - طبعاً وہ درویش منش انسان تھے نام ونمود سے گریزاں رہے- اخلاقی و دینی قدروں کے علمبردار تھے اور اس معاملے میں سمجھوتے کے قائل نہ تھے - جب ان کے اکلوتے جواں سال بیٹے کی لاش گھر آئی تو انہوں نے باآواز بلند کہا: ''خبردار ، کوئی نہ رونا ، خدا کی مرضی یہی تھی'' - ایسا پختہ ایمان کم لوگوں کونصیب ہوتا ہے-

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
صدر شعبہ اردو اورینٹل کالج ،لاہور

☆☆☆

طاہر شادانی

ممتاز ماہر تعلیم ، استاد اور شاعر طاہر شادانی صاحب گذشتہ دنوں انتقال فرما گئے مرحوم ستلج بلاک اقبال ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر تھے اور کافی عرصہ سے علیل تھے- آپ فارسی زبان و ادب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے- ایک طویل عرصہ آپ نے سنٹرل ماڈل سکول میں تدریسی فرائض انجام دیئے اور وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد کافی عرصہ تک کریسنٹ پبلک سکول میں اردو اور فارسی کے استاد رہے وہاں کے رسالے الہلال اور علمی و ادبی سرگرمیوں کے بھی سرپرست تھے-

آپ کے شعری مجموعوں کی اشاعت کے علاوہ آپ نے اقبال اکادمی کے تسہیل کے منصوبے پر بھی کام کیا اور علامہ کی آخری کتاب ارمغان حجاز کی تسہیل کی - تسہیل ارمغان حجاز اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے گذشتہ سال شائع کی - آپ نہایت نیک ، شفیق اور صاحب کردار مسلمان تھے اسلام ، پاکستان ، قائداعظم اور شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال سے بے پناہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے انور جاوید نے ان کی تاریخ وفات یوں نکالی ہے-

الم کہ دنیائے فانی سے رخصت ہو
'' بہشت مکانی ہوا طاہر شادانی ''

۱۴۲۱ ہجری